دعویٰ وکالت

علامہ صدر شہید

ایک شخص کسی کو قاضی کے پاس لایا اور اس کے خلاف دعوی کیا کہ اس کے ذمہ فلاں ولد فلاں ساکن فلاں کے مبلغ ایک ہزار درہم ہیں اور اس فلاں ولد فلاں نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ مال اس (فلاں) کا ہے اور اس مدعا علیہ کے پاس عاریتہ ہے اس نے مجھے اس آدمی سے یہ مال وصول کرنے اور مقدمہ لڑنے کے لئے اپنا وکیل بنایا ہے' تو قاضی مدعا علیہ سے اس دعوی کے بارے میں دریافت کرے' مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مکمل طور پر اقرار کرلے تو قاضی اسے یہ مال مدعی کو واپس کرنے کا حکم دے۔

ظاہر الروایہ میں یہ شرط بیان کی گئی ہے کہ وہ شخص یہ دعوی کرے کہ فلاں ولد فلاں نے مجھے یہ مال وصول کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ) سے یہ روایت ہے کہ مدعی کے لئے اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہے' البتہ جب یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مال فلاں ولد فلاں کا ہے' وہی اس کا مالک ہے اور یہ مدعا علیہ کے ذمہ ہے تو قاضی وہ مال اس شخص (وکیل) کو دینے کا حکم دے۔

امام ابو یوسف والی روایت کی وجہ یہ ہے کہ قرض کسی کے ذمہ اسی طرح مال مملوک ہوتا ہے جس طرح عین الشئی' کوئی شخص اگر یہ دعوی کرے کہ عین الشئی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور وہی اس کا مالک ہے اور وہ دلیل کے ذریعہ اس کو ثابت کردے تو قاضی مدعا علیہ کو وہ چیز مدعی کو دینے کا حکم دیتا ہے' خواہ یہ امر ثابت نہ ہو کہ مدعی کو کس کی جانب سے چیز وصول کرنے کا وکیل بنایا گیا ہے' اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے جبکہ کوئی شخص ثابت کردے کہ قرض کسی شخص کے ذمہ ہے اور وہی اس کا مالک ہے۔

ظاہر الروایہ کی مذکورہ شرط کی وجہ یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص اصل قرض کا خود مالک ہوتا ہے لیکن اسے (وکیل کو) یہ قرض وصول کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ قرض اس شخص کی ملکیت ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسے (وکیل کو) قرض وصول کرنے کا لازماً حق بھی ہے۔

☆من استعجل الشئی قبل اوانہ عوقب مجرمانہ☆

بہرحال اس مسئلہ کی یہ چار صورتیں ہیں:

۱۔ مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مکمل طور پر اقرار کرے۔

۲۔ مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مکمل طور پر انکار کرے۔

۳۔ مدعا علیہ مدعی کے وکیل ہونے کا تو اقرار کرے لیکن مال کا انکار کردے۔

۴۔ مدعا علیہ مال کا تو اقرار کرے لیکن مدعی کے وکیل ہونے کا انکار کردے۔

پہلی صورت میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مکمل طور پر اقرار کرلے تو قاضی مدعا علیہ کو حکم دے گا کہ وہ مال مدعی کو واپس کردے۔

یہ فیصلہ قضاء علی الغائب نہیں' بالفرض اگر وہ غیر موجود شخص آئے اور وہ اس مدعی کے بیان کی تکذیب کردے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ مدعا علیہ سے اپنا مال وصول کرے۔ اس لئے کہ قرض مقروض کے مال سے وصول کیا جارہا ہے اور مقروض کا اقرار خود اپنی ذات اور اپنی ملکیت پر تصرف کرنے کے مترادف ہے' لہٰذا یہ فیصلہ اس پر نافذ العمل ہوگا اور کسی دوسرے شخص پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔

دوسری صورت میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مکمل طور پر انکار کرے اور مدعی قاضی سے کہے کہ آپ میرے لئے اس سے قسم لیں تو قاضی مدعی سے یہ کہے کہ آپ اپنے دعوی میں یہ ثبوت پیش کریں کہ اس شخص (موکل) نے مال اپنا ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ کہ اس نے آپ کو یہ مال وصول کرنے کے لئے اپنا وکیل بنایا ہے' اس لئے کہ مدعی یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ اس مقدمہ میں ایک فریق ہے جب کہ مدعا علیہ اس کا انکار کرتا ہے اس لئے مدعی کو بینہ کے ذریعہ یہ ثابت کرنا پڑے گا۔

مصنف کا یہ کہنا کہ قاضی مدعی سے یہ کہے کہ وہ اپنے دعوی میں یہ ثبوت پیش کرے کہ اس شخص نے مال اپنا ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ کہ اس نے آپ کو یہ مال وصول کرنے کے لئے اپنا وکیل بنایا ہے۔ یہ دونوں چیزیں شرط نہیں ہیں' بلکہ اس میں یہ شرط ہے کہ مدعی اپنے وکیل ہونے کا ثبوت پیش کرے تاکہ اس سے وہ اپنے آپ کو فریق ثابت کرسکے۔ ورنہ پھر اصل مدعی کو خود حاضر ہونا چاہئے' اس کی تفصیل متن میں اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

☆ الفقہ حقیقتہ الفتح والشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا۔ ☆

بعد ازاں اس کی دو صورتیں ہیں: مدعی اپنے وکیل ہونے کا ثبوت پیش کر دے یا یہ کہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو۔ اس نے اگر وکیل ہونے کا ثبوت پیش کر دیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ ایک فریق ہے' بعد ازاں پھر دو صورتیں ہیں کہ اس نے مال کے لئے ثبوت پیش کیا یا نہیں اگر ثبوت پیش کر دیا تو اس کا دعوی قابل قبول ہو گا اور وہ مدعا علیہ سے مال وصول کرے گا' اس قسم کا فیصلہ قضاء علی الغائب یعنی غائبانہ فیصلہ ہو گا۔ بالفرض وہ شخص (وکیل بنانے والا) آ جائے اور وہ اس آدمی کو اپنا وکیل بنانے سے انکار کر دے تو اس کو مدعا علیہ سے مال لینے کا کوئی حق نہیں' اس لئے کہ مدعی نے ثبوت کے ذریعہ اپنی وکالت ثابت کر دی۔ لہٰذا مدعی اس معاملے میں فریق ہے کہ اس کو وکیل بنایا گیا تھا۔ اس لئے کہ جو کچھ وہ اس غائب شخص کے بارے میں دعوی کر رہا ہے وہ موجود شخص کے خلاف بھی دعوی کا سبب بنتا ہے چنانچہ وہ فریق قرار پاتا ہے۔ لہٰذا یہ ثبوت غائب کے خلاف تسلیم کیا جائے گا۔

مدعی کے پاس اگر مال کے لئے کوئی ثبوت نہیں اور وہ مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے تو قاضی اس سے یوں حلف لے: "اللہ کی قسم فلاں ولد فلاں ساکن فلاں کا یہ مال یعنی مبلغ ایک ہزار درہم میرے ذمہ نہیں ہے اور نہ ہی اس مال کی کچھ مقدار میرے ذمہ ہے"۔ اس لئے کہ مدعی نے جب ثبوت کے ذریعہ اپنی وکالت ثابت کر دی تو وہ ایک فریق بن گیا اور یہ دوسرے فریق (مدعا علیہ) کے خلاف مال کا دعوی کرتا ہے اور وہ اس سے انکار کرتا ہے' اس لئے اس پر قسم پڑے گی۔

مدعی کے پاس اگر اپنے وکیل ہونے کا ثبوت نہیں ہے اور وہ قاضی سے کہتا ہے کہ اس (مدعا علیہ) کو معلوم ہے کہ فلاں شخص نے جس کا یہ مال ہے مجھے یہ مال وصول کرنے کے لئے اپنا موکل بنایا ہے' آپ اس سے اس پر حلف لیں' تو قاضی مدعا علیہ سے یوں حلف لے: "اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ فلاں شخص نے جس کے نام پر یہ مال ہے اس (مدعی) کو اپنا مال وصول کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے جیسا کہ اس نے دعوی کیا ہے"۔

مصنف نے متن میں اسی طرح بیان کیا ہے اور انہوں نے یہ صورت مذکورہ امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی ہے۔ مگر اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض

کے نزدیک جن میں شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۸۴ھ) شامل ہیں یہ صورت مذکورہ جملہ آئمہ احناف کے نزدیک ہے۔ بعض جن میں شمس الائمہ امام سرخسی (م ۴۸۳ھ) شامل ہیں کہتے ہیں کہ یہ مذکورہ صورت صاحبین کے نزدیک ہے۔

صاحبین کے اس نقطہ نظر کی بنیاد جامع کبیر (۲۵) میں بیان کردہ اس صورت مسئلہ پر ہے کہ جب مشتری نے ایک غلام خرید کیا اور اس نے غلام میں بھگوڑے ہونے کا عیب ظاہر کیا' اس نے اگر اسی وقت اس عیب کے پائے جانے پر ثبوت پیش کر دیا تو بائع ایک فریق بن جائے گا اور اگر اس کے پاس ثبوت نہیں اور وہ بائع (مدعا علیہ) سے حلف لینا چاہتا ہے تو اس سے یوں حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم مجھے اس وقت اس عیب کے پائے جانے کا علم نہیں"۔ (۲۶) امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کے نزدیک مدعا علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک حلف لیا جائے گا۔

ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں اس لئے کہ جس طرح صورت مذکورہ میں اس عیب کا پایا جانا مقدمہ کے لئے شرط ہے' اسی طرح پہلی صورت میں بھی مال وصول کرنے کے لئے وکالت کا ثبوت مقدمہ کی سماعت کے لئے شرط ہے' بعد ازاں اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو قصہ ختم ہوا' اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ وکیل ہونے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن مال کا انکار کرتا ہے۔

اب مسئلہ کی تین صورتیں ہوگئیں۔ پہلی صورت تو وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں' دوسری صورت یہ ہے کہ مدعی نے اس بات کا ثبوت پیش کر دیا کہ غائب شخص نے اس کے حق میں مال کا اقرار کیا تھا لیکن اپنے وکیل ہونے کا ثبوت نہیں دیا تو اس صورت میں فریقین میں کوئی مقدمہ بازی نہیں ہوگی۔

اگر مدعی نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ مدعا علیہ سے حلف لیا جائے تو قاضی مدعا علیہ سے اسی طرح حلف لے جس طرح قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو قصہ ختم ہوا اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے وکیل ہونے کا اقرار کرتا ہے اور مال کا انکار کرتا ہے۔

☆ امام مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی۔ ☆

تیسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ مدعی کے وکیل ہونے کا صراحۃ اقرار کرتا ہے لیکن مال کا انکار کرتا ہے تو اس طرح یہ تینوں صورتیں ایک صورت بن گئی. یعنی مدعا علیہ مدعی کے وکیل ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن مال کا انکار کرتا ہے۔

مدعا علیہ اگر مدعی کے وکیل ہونے کا اقرار کرتا ہے اور مال کا انکار کرتا ہے تو اس طرح مدعی اس سے مال پر حلف لینے اور اس سے مال وصول کرنے کے معاملے میں فریق بن جاتا ہے مگر وہ اس کے ساتھ مقدمہ میں فریق نہیں بنتا' یہاں تک کہ مدعا علیہ کے مال پر قسم کھانے سے پیشتر یا بعد اگر مدعی مدعا علیہ کے خلاف مال کا ثبوت پیش کرنا چاہے تو اس کا دعوی ناقابل سماعت ہو گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مدعی وکالت کے معاملے میں فریق بن رہا ہے اور یہ وکالت خود مدعا علیہ کے اقرار کی وجہ سے ثابت ہو رہی ہے' اس کا یہ اقرار اپنی ذات پر حجت ہے مگر کسی غائب شخص پر نہیں. لہٰذا مدعی کی وکالت مدعا علیہ سے مال پر حلف لینے (انکار کی صورت میں) اور اس سے مال وصول کرنے (اقرار کی صورت میں) کے سلسلے میں ثابت ہو جائے گی کیونکہ مدعا علیہ کا اقرار اپنی ذات تک محدود ہو گا اور کسی غائب شخص پر اس کا اثر نہیں پڑے گا' اس سے مدعی کی وکالت مقدمہ اور بینہ سے مال ثابت کرنے کے معاملے میں ثابت نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ اگر اس سے اس کی وکالت ثابت ہو تو اس طرح یہ قضاء علی الغائب ہو گا اور مدعا علیہ کا اقرار غائب شخص پر بھی اثر انداز ہو جائے گا۔

اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے جس کو ہمارے علماء (احناف) نے بیان کیا ہے. یعنی کسی شخص نے دعوی کیا کہ فلاں ولد فلاں ساکن فلاں نے اس امر کے لئے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے کہ میں اپنے موکل کا ہر حق وصول کروں اور یہ کہ اس شخص (مدعا علیہ) کے ذمہ میرے موکل کے ایک ہزار درہم واجب الادا ہیں اور مدعا علیہ اس کے وکیل ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن رقم کا انکار کرتا ہے اور مدعی اس سے کہتا ہے کہ میں ثبوت پیش کرتا ہوں کہ یہ رقم اس شخص کے ذمہ واجب الاداء ہے تو اس صورت میں مدعی فریق نہیں بنے گا۔ اگر مدعا علیہ کسی چیز کا اقرار کر لیتا ہے تو قاضی اس کو وہ چیز واپس کرنے کا حکم دیتا ہے اور اگر اقرار نہیں کرتا اور مدعی اس سے حلف لینا چاہے تو قاضی اس (مدعا علیہ) سے حلف لیتا ہے' بعد ازاں اگر غائب شخص آجائے اور وہ اس کی

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے۔ ☆

وکالت کا انکار کر دے تو اس غائب شخص کی بات تسلیم کی جائے گی' اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہوگی۔

اقرار کے ذریعہ وکالت ثابت ہونے اور بینہ کے ذریعہ وکالت ثابت ہونے میں فرق ہے' وہ اس طرح کہ اقرار اقرار کرنے والے کی ذات ہی پر حجت ہوتا ہے کسی دوسرے پر حجت نہیں ہوتا' اور اقرار کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ صرف مقضی علیہ (جس کے خلاف دیا گیا) تک محدود رہتا ہے مگر قضاء بالبینہ سب کے لئے حجت ہوتا ہے اور قضاء بالبینہ کا اطلاق غیر پر بھی ہوتا ہے اور یہ سب لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے (یعنی اقرار کی بنیاد پر کئے جانے والے فیصلے کا اثر صرف اس شخص تک محدود رہتا ہے جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا ہو جب کہ دوسرے ذرائع ثبوت کی بنیاد پر کئے جانے والے فیصلے کا اثر دوسروں بھی پڑے گا یعنی ایسا فیصلہ تمام لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف نے فرمایا ہے کہ اگر بینہ سے وکالت ثابت ہو تو اس صورت میں مدعی فریق ہوتا ہے اور اگر یہ اقرار سے ثابت ہو تو پھر مدعی فریق نہیں ہوتا۔

اگر مدعا علیہ مال کا اقرار کرے اور وکالت کا انکار کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: مدعی اپنی وکالت کا ثبوت فراہم کر دے یا پھر اس کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو۔ وہ وکالت کا ثبوت پیش کر دے تو ثبوت کے ذریعے اس کی وکالت ثابت ہوگئی اور وہ مطلقاً فریق شمار ہوگا' اس لئے مدعا علیہ کو مال مدعی کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اگر مدعی کے پاس ثبوت نہیں اور وہ مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے تو اس سے حلف لیا جائے گا جیسا کہ بیشتر ازیں ہم بیان کر چکے ہیں' اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو قصہ تمام ہوا۔ اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو مدعی کی وکالت ثابت ہو جائے گی لیکن یہ مدعا علیہ سے مال وصول کرنے کی حد تک ہوگی اور مقدمہ اور قضاء علی الغائب کے سلسلے میں نہیں ہوگی۔

وارث کا دعوی قرض

ایک شخص کسی کو قاضی کے پاس لایا اور یہ کہا فلاں ولد فلاں میرا باپ فوت ہو چکا ہے اور میرے سوا اس نے کوئی اور وارث نہیں چھوڑا۔ میرے مرحوم باپ کا فلاں فلاں مال اس آدمی کے ذمہ ہے' تو قاضی مدعا علیہ سے اس بارے میں دریافت کرے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں۔

اگر مدعا علیہ ان سب باتوں کا اقرار کر لے تو قاضی اسے یہ مال مدعی کو دینے کا حکم دے۔ قاضی کا اس قسم کا فیصلہ قضاء علی الغائب (غائبانہ فیصلہ) نہیں ہوگا۔

اس سے درج ذیل چار مسئلے متفرع ہوتے ہیں:

۱۔ وارث قاضی کے ہاں پیش ہو۔

۲۔ وکیل قاضی کے ہاں پیش ہو۔

۳۔ وصی قاضی کے ہاں پیش ہو۔

۴۔ مشتری قاضی کے ہاں پیش ہو۔

پہلی صورت میں جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ مدعی کو مال ادا کر دے اس لئے کہ مدعا علیہ نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ جو مال بطور قرض اس کے ذمہ ہے اور جو عین الشئی (اصل چیز) اس کے قبضہ میں ہے اس کو یہ مدعی وصول کرنے کا حق رکھتا ہے' نیز اس نے یہ اقرار کر لیا ہے کہ جو قرض اس کے ذمہ اور جو عین الشئی اس کے قبضہ میں ہے اس کا مالک مدعی کا باپ ہے تو جب مدعی کا باپ فوت ہو گیا اور اس نے اس بیٹے کے سوا اور کوئی اپنا وارث نہیں چھوڑا تو اسے یہ قرض اور یہ عین الشئی وصول کرنے کا حق ہے۔ جب مدعا علیہ نے مدعی کے لئے قرض اور عین الشئی وصول کرنے کا حق تسلیم کر لیا تو ہم نے اس کے اقرار کو قبول کرتے ہوئے اسے مدعی کو مال ادا کرنے کا حکم دیا۔

قاضی کا یہ فیصلہ (بیٹے کے) باپ کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ بیٹے کو مال ادا کرنے کا یہ فیصلہ غائب شخص سے متعلق نہیں ہے۔ بالفرض باپ خود زندہ ہوتا اور وہ مدعا علیہ سے اس مال کا مطالبہ کرتا تو قاضی یہ مال اس کے لئے لازم کر دیتا اور اس کے حق میں فیصلہ صادر کرتا اور باپ یہ مال خود وصول کرتا۔ اب اس فیصلہ کا تعلق اس کے بیٹے سے ہے' وہی یہ مال وصول کرے گا اس لئے یہ فیصلہ غیر موجود شخص کے حق کو باطل کرنے کا نہیں۔

مدعا علیہ نے اگر اس کے دعوی سے انکار کر دیا تو بیٹے نے قاضی سے کہا: آپ اس سے اس طرح حلف لیں: " اللہ کی قسم میں اس (مدعی) کے باپ فلاں ولد فلاں کو نہیں جانتا اور نہ ہی

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں۔ (محدث ابوزرعہ)

مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ شخص فوت ہو چکا ہے"۔

مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ ہمارے آئمہ کرام سے روایت ہے کہ قاضی مدعا علیہ سے حلف نہ لے بلکہ بیٹے سے کہے کہ آپ اپنے والد کی وفات کا ثبوت پیش کریں اور یہ کہ آپ ہی اس کے وارث ہیں' اس کے بعد آپ کے دعوی پر مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا۔ مگر انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس سے کون سے آئمہ مراد ہیں۔

مصنف نے دوسرا قول بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مدعا علیہ سے معلومات کی بنیاد پر حلف لیا جائے (کہ اسے یہ علم نہیں کہ فلاں شخص اس (مدعی) کا باپ تھا اور یہ کہ وہ مر چکا ہے)۔

بعض حضرات کی رائے میں جن میں شمس الائمہ سرخسی رحمتہ اللہ علیہ (م ۴۸۳ھ) شامل ہیں پہلا قول امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور دوسرا قول امام ابویوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) رحمہما اللہ کا ہے' جیسا کہ ہم "جامع کبیر" میں مسئلہ تقرر وکیل کے ضمن میں آئمہ کا اختلاف بیان کر چکے ہیں۔

شمس الائمہ امام حلوانی سمیت بعض کی رائے میں دوسرا قول صحیح ہے' یعنی مدعا علیہ سے اسی طرح حلف لیا جائے گا جس طرح وکالت کے مسئلہ میں اس سے حلف لیا جاتا ہے' تاکہ ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی فرق نہ رہے۔ انہوں نے وکالت کے مسئلہ میں اتفاق رائے ہونے کو بیان کیا ہے۔ مدعا علیہ نے اگر حلف اٹھا لیا تو بیٹے کو اپنے باپ کی وفات اور اس کے وارث ہونے کا ثبوت پیش کرنے کے لئے کہا جائے گا۔

اگر مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نسب اور موت کا اقرار کر رہا ہے گویا اس نے صریحاً نسب اور موت کا اقرار کر لیا اور مال سے انکار کر دیا۔

ایسی صورت میں قاضی بیٹے کو مال ثابت کرنے کے معاملے میں فریق نہ بنائے بلکہ اسے مدعا علیہ سے مال پر حلف لینے اور اس سے مال لینے کے معاملے میں فریق قرار دے' مدعا علیہ سے حتمی طور پر یوں حلف لیا جائے: "فلاں ولد فلاں کا یہ مال میرے ذمہ نہیں ہے" جہاں تک موت

اور نسب کے دعوی کا تعلق ہے تو اس میں معلومات کی بنیاد پر قسم دی جائے کیوں کہ یہ ایسا دعوی نہیں ہے کہ جس میں اس کے ذاتی فعل پر اس کو قسم دی جائے، نسب اور موت اس کا ذاتی فعل نہیں ہے اور جس معاملے میں ذاتی فعل کا دخل نہ ہو اس میں معلومات کی بنیاد پر قسم دی جاتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یعنی مسئلہ وکالت کہ ایک وکیل قاضی کے سامنے پیش ہو کر یہ دعوی کرے کہ میں فلاں ولد فلاں غائب شخص کی طرف سے وکیل ہوں۔ اس نے مجھے اس مدعا علیہ سے اپنا قرض اور امانت وصول کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے مدعا علیہ نے اگر مدعی کے اس بیان کی تصدیق کر دی تو مدعا علیہ کو قرض مدعی کو ادا کر دینے کا حکم دیا جائے گا، لیکن اسے امانت ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مگر مسئلہ وارث میں مدعا علیہ کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ قرض اور عین الشئی (اصل چیز) دونوں وارث کو ادا کر دے۔

ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ امانت عین (اصل) مال ہے جو امانت رکھنے والے کی ملکیت ہے جب تک امانت رکھنے والا زندہ ہے وہ امانت اس کی ملکیت رہے گی۔ امانت دار کا وکیل کے حق میں یہ اقرار کہ اسے امانت کے وصول کرنے کا حق ہے ملک غیر کے لئے اقرار ہے جو ناقابل قبول ہے۔ مگر جب مودع (امانت رکھنے والا) فوت ہو جائے تو وہ امانت اس کے وارث کی ملکیت ہو جاتی ہے، اس صورت میں وارث کا وکیل کے حق میں یہ اقرار ملک غیر کے لئے اقرار نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ یعنی مسئلہ وصی کہ جب وہ قاضی کے ہاں پیش ہو کر یہ کہے کہ فلاں ولد فلاں فوت ہو چکا ہے اور اس نے مجھے یہ وصیت کی ہے کہ میں فلاں شخص سے قرض اور عین الشئی (اصل چیز) وصول کروں، اگر اس شخص نے (جس کے قبضے میں وہ چیز ہے) وصی کے بیان کی تصدیق کر دی، تو اس (مدعا علیہ) کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ قرض اور عین الشئی دونوں وصی کے سپرد کر دے، جیسا کہ پہلے مسئلہ کی صورت میں ہے، مگر دوسرے مسئلہ میں ایسا نہیں، ان دونوں صورتوں میں بظاہر کوئی فرق نہیں۔ وکالت حالت حیات میں نمائندگی کا نام ہے اور وصیت وفات کے بعد قائم مقامی ہوتی ہے بایں ہمہ ان دونوں میں فرق ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے۔

فرق یہ ہے کہ قاضی کو میت کے ترکہ میں وصی مقرر کرنے اور امانت دار کو امانت ادا کرنے کا حکم دینے کا اختیار ہے، مثلاً کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ فلاں کی طرف سے وصی ہوں اور امانت دار بھی اس کی تصدیق کرتا ہے تو قاضی امانت دار کو حکم دیتا ہے کہ وہ امانت وصی کو ادا کر دے۔ مگر وکالت کی صورت میں قاضی کو غائب شخص کے مال میں وکیل مقرر کرنے اور امانت دار کو امانت ادا کرنے کا حکم دینے کا اختیار نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ فلاں شخص کی طرف سے وکیل ہوں اور مدعا علیہ نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو قاضی مدعا علیہ کو یہ حکم دینے کا اختیار نہیں رکھتا کہ وہ وکیل کو امانت ادا کرے۔ وکیل اور وارث کے درمیان یہی وہ قانونی فرق ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

چوتھا مسئلہ یعنی جب ایک مشتری قاضی کے پاس آکر یہ دعوی کرے کہ میں نے فلاں غائب شخص سے فلاں چیز خریدی ہے جو فلاں کے قبضہ میں ہے اور وہ میری ملکیت ہے۔ وہ چیز جس شخص کے قبضہ میں ہے اس نے بھی مدعی (مشتری) کے بیان کی تصدیق کر دی، تو قاضی مدعا علیہ کو وہ چیز مشتری کے سپرد کرنے کا حکم نہ دے، اس لئے کہ خریداری مال کی ملکیت کے لئے ایک نیا سبب ہے، اس طرح مدعی جس ملک کا دعوی کر رہا ہے وہ ایک خاص سبب کی بنیاد پر ہے، اب اگر قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے تو ملک و سبب دونوں کا فیصلہ غائبانہ فیصلے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے کہ یہ فیصلہ قابض شخص کے اقرار کی بنیاد پر ہی کیا جائے گا جو جائز نہیں، ہاں وراثت کی صورت اس سے مختلف ہے کہ اس میں مال کی ملکیت کا کوئی نیا سبب پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ وراثت کے ملک ہی کو باقی رکھنے کے مترادف ہے، اس لئے یہ قضاء علی الغائب (غائبانہ فیصلہ) نہیں۔

دعوی شفعہ

کسی نے ایک آدمی پر یہ دعوی کیا کہ اس نے میرے پڑوس میں ایک مکان خریدا اور میں اس گھر کا شفیع ہوں اور وہ مشتری سے اس پر حلف لینا چاہتا ہے اور قاضی سے کہا کہ یہ شفعہ بوجہ ہمسائیگی کا قائل نہیں ہے، آپ نے اگر اس سے یوں حلف لیا: "جس گھر کا نام لیا جا رہا ہے اور حدود اربعہ بیان کئے جا رہے ہیں اس کا کوئی شفعہ میرے ذمہ نہیں ہے" تو اس طرح وہ تاویل

کرتے ہوئے اس مسلک کو اپنائے گا جس میں شفعہ بوجہ ہمسائیگی نہیں ہوتا اور وہ قسم کھالے گا اور اپنی قسم میں سچا ہوگا۔ اس صورت میں قاضی مدعا علیہ سے سبب پر یوں حلف لے: "جس گھر کا نام لیا جا رہا ہے اور جس کے فلاں فلاں حدود اربعہ بیان کئے جا رہے ہیں میں نے اس گھر کو بیان کردہ قیمت یا اس سے کم میں نہیں خریدا"۔

مصنف یہاں تک قاضی کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ اگر مدعا علیہ قاضی سے درخواست کرے تو وہ اس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس سے حاصل پر حلف لے لے، اب ان کا سلسلہ کلام مدعی کی طرف منعطف ہوتا ہے، وہ قاضی کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر مدعی قاضی سے درخواست کرے تو وہ اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے چند مسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمسائیگی کی وجہ سے حق شفعہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، قاضی جب مدعا علیہ سے یوں حلف لے: "اللہ کی قسم میرے ذمہ کوئی حق شفعہ نہیں بنتا" اس طرح مدعا علیہ تاویل کر کے شفعہ بوجہ ہمسائیگی کے نہ ہونے کے نظریہ کو اپنائے گا اور وہ اپنی قسم میں بھی سچا ہوگا، جس سے مدعی کا حق ختم ہو جائے گا، اس لئے قاضی مدعی کے حق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس (مدعا علیہ) سے سبب پر حلف لے، اس نقطہ نظر سے اگرچہ مدعا علیہ کا نقصان ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے مدعا علیہ نے مکان خریدا ہو اور اس کو شفعہ کا حق حاصل نہ ہو بایں طور کہ مدعی دست بردار ہو جائے یا وہ مطالبہ کرنے سے سکوت اختیار کر لے۔

اس لئے کہ قاضی کے فیصلے کے نتیجے میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو ضرر پہنچنا ناگزیر ہے، لہٰذا اسے مدعی کی رعایت کرنا چاہئے، کیونکہ جو سبب اس کے حق کا موجب بن رہا ہے وہ ہے مکان کی خرید، اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس کا حق بھی ثابت ہو گیا۔ اس کا حق اگر ساقط ہو رہا ہو تو وہ ایسے اسباب کی وجہ سے ہوگا جو بعد میں پیش آئے ہیں، اس لئے اصلی صورت حال پر اپنے موقف کی بنیاد رکھنا درست ہوگا، تاکہ بعد میں پیش آنے والی کسی صورت کے وجود پر دلیل قائم کی جا سکے۔

شمس الائمہ امام حلوانی رحمتہ اللہ علیہ (م ۴۴۸ھ) نے اس کتاب (ادب القاضی) کی شرح میں اسی سلسلے میں ایک مسئلہ بیان کیا ہے جس کا قاضیوں کو سامنا رہتا ہے کہ ایک شخص قاضی کے

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔ ☆

ہاں پیش ہو جو دوسرے فقہی مسلک کا پیروکار ہے اور کسی کے خلاف شفعہ بوجہ ہمسائیگی کا دعوی کرے، تو کیا قاضی کو اس کے حق میں شفعہ کا فیصلہ کر دینا چاہئے؟

اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ قاضی کو اس کے حق میں شفعہ کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ مدعی ایسا دعوی کر رہا ہے کہ جس میں اس کا کوئی حق نہیں، اس لئے اگر قاضی کو اس کے مسلک کا علم ہو جائے تو وہ اس کے دعوی کی طرف کوئی توجہ نہ دے۔

بعض کہتے ہیں کہ قاضی کو اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہئے، اس لئے کہ جب اس نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو اس کا رجحان ہمارے فقہی مسلک کی طرف ہو گیا، لہٰذا اس کا دعوی قبول کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہئے، خواہ وہ کسی اور مسلک کا پیروکار ہی کیوں نہ ہو، اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر ذمی شوہر قاضی کے پاس یہ درخواست دائر کرے کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہے تو امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے، کیونکہ ذمی نے ہمارے مذہب کی طرف رجوع کر لیا، خواہ وہ دوسرے عقیدے کا حامل کیوں نہ ہو، اگر ذمی زوجین دونوں قاضی کے ہاں اس قسم کی درخواست پیش کریں تو جملہ آئمہ کرام کے نزدیک قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے، وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ قاضی اس صورت میں بھی اسی طرح کرے۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر ایسا شخص قاضی کے ہاں پیش ہو تو قاضی اس سے دریافت کرے کہ آپ شفعہ بوجہ ہمسائیگی کے وجوب کے قائل ہیں؟ وہ اثبات میں جواب دے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دے اگر وہ نفی میں جواب دے تو قاضی اسے کمرہ عدالت سے نکال دے اور اس کے دعوی کی سماعت نہ کرے مصنف (متن) کہتے ہیں یہ بہتر اور زیادہ معقول رائے ہے۔

اسی نوعیت کا ایک مسئلہ قاضی ابو عاصم (۲۷) کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مطالعہ فرما رہے تھے اور ساتھ ہی خلیفہ بطور جج اجلاس کر رہے تھے، قاضی صاحب کی موجودگی میں اتفاقاً ایسا ہوا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف عدت کے دوران نفقہ ادا نہ کرنے کا دعوی دائر کیا۔ اس کے شوہر نے (دعوی کو درست تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا۔ خلیفہ نے اس سے یوں

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے۔ ☆

حلف لینا چاہا: "اللہ کی قسم میرے ذمہ اس عورت کا نفقہ واجب الادا نہیں ہے' جیسا کہ یہ دعوی کر رہی ہے" وہ مرد بھی اس طرح کی قسم کھانے کے لئے تیار ہو گیا تو عورت نے اس کی طرف دیکھا' قاضی صاحب نے بھانپ لیا کہ عورت نے اس کی طرف کیوں دیکھا؟ تو انہوں نے خلیفہ نے گزارش کی کہ آپ اس شخص سے دریافت فرمائیں کہ یہ کس محلے کا رہنے والا ہے؟ اگر اس کا تعلق مسلک اہل حدیث سے ہے تو آپ اس سے اس طرح حلف لیں: "اللہ کی قسم یہ عورت مجھ سے (طلاق لے کر) عدت نہیں گزاری رہی ہے" اس لئے کہ امام شافعی کے نزدیک مطلقہ بائنہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔ اگر مدعی ہمارے مسلک (حنفی) کا پیرو کار ہو تو قاضی اس کو اس طرح حلف دے: "اللہ کی قسم میرے ذمہ اس عورت کا نفقہ واجب الادا نہیں جیسا کہ یہ دعوی کر رہی ہے" تاکہ عورت کا بھی لحاظ رکھا جا سکے۔

دعوی ایلاء

اسی نوعیت کا ایک اور مسئلہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند پر دعوی کیا کہ اس نے میرے ساتھ ایلاء کیا ہے (یعنی ہم بستر نہ ہونے کی قسم کھائی ہے) اور اس ایلاء کی مدت بھی گزر چکی ہے جس کی وجہ سے ان میں تفریق واقع ہو چکی ہے اس عورت نے قاضی سے مدعا علیہ سے حلف لینے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اس شخص کا نظریہ ہے کہ چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد بھی ایلاء کرنے والا ایلاء کو موقوف رکھ سکتا ہے' اس سے کہا جائے کہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے۔ آپ نے اگر اس سے یوں حلف لیا "اللہ کی قسم یہ عورت اس ایلاء کی وجہ سے مجھ سے بائنہ نہیں ہوئی" تو یہ اس طرح کی قسم کھا لے گا اور اس میں یہ تاویل کرے گا کہ میں اس سے بائنہ نہیں ہوئی' تو قاضی اس طرح اس سے حلف نہ لے' بلکہ اس سے سبب پر یوں حلف لے: "اللہ کی قسم میں نے اس عورت سے یوں نہیں کہا کہ اللہ کی قسم اتنی مدت تک میں تجھ سے ہمبستری نہیں کروں گا' جس طرح اس نے اپنے دعوی میں کہا ہے"۔

اگر وہ اس طرح قسم کھا لے تو بات ختم ہو گئی۔ انکار کرے تو قاضی اس کو اس مرد سے ایک طلاق کے ذریعے بائنہ قرار دے دے۔ اس صورت میں مدعا علیہ کا مفاد ہے اگرچہ مدعا علیہ کا نقصان ہو رہا ہے' اس لئے کہ جب تفریق کا سبب یعنی ایلاء ثابت ہو گیا تو اس کا حکم بھی ثابت ہو

گیا' یعنی ان میں تفریق واقع ہو گئی۔ اب تفریق نہ کرنے کی وجہ بعض نئے پیدا ہونے والے اسباب ہوں گے جن کی وجہ سے عدم تفریق معتبر نہیں۔

حق قسم ادا کر چکنے کا دعوی

ایک شخص کسی کو قاضی کے پاس لایا اور اس کے خلاف مبلغ ایک ہزار درہم کا دعوی کیا جن کا اس آدمی نے انکار کر دیا۔ اس شخص نے ان سے حلف لینا چاہا۔ اس پر مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ یہ تو اس دعوی میں فلاں شہر کے قاضی کے روبرو مجھ سے حلف لے چکا ہے۔ مدعی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے اس دعوی کے سلسلے میں قسم نہیں کھائی تھی۔ اس پر مدعا علیہ مدعی سے حلف لینا چاہتا ہے تو قاضی مدعی سے حلف لے۔

کیونکہ مدعا علیہ کا دعوی ہے کہ وہ قسم کھا کر اس کا حق قسم ادا کر چکا ہے' اگر مدعا علیہ کا دعوی ہوتا کہ وہ مال کی صورت میں اس کا حق ادا کر چکا ہے اور وہ اس پر مدعی سے حلف لینا چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ اسی طرح جب اس (مدعا علیہ) نے یہ دعوی کیا کہ وہ قسم کھا کر اس کا حق قسم ادا کر چکا ہے اور وہ اس سے حلف لینا چاہتا ہے تو اس صورت میں بھی اسے حلف لینے کا حق حاصل ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مدعا علیہ مدعی پر ایسی چیز کا دعویدار ہے کہ اگر مدعی اس کا اقرار کر لے تو وہ چیز اس پر لازم ہو جاتی ہے اور اس کے اقرار کی صورت میں مدعا علیہ کے ذمہ اس کا کوئی حق باقی نہ رہا۔ اس لئے کہ مدعی کا مدعا علیہ سے ایک قسم لینے کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک ضابطہ بن گیا ہے کہ مدعا علیہ قسم کھا لیتا ہے تو قاضی اس کو ڈگری جاری کر دیتا ہے تاکہ دوسری مرتبہ اس سے حلف نہ لیا جائے' اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اقرار کی صورت میں وہ چیز اس پر لازم ہو جاتی ہے اور انکار کی صورت میں اس سے حلف لیا جائے گا' لہٰذا قاضی مدعی سے یوں حلف لے: "اللہ کی قسم میں نے اس مدعا علیہ سے اپنے اس دعوی پر فلاں شہر کے قاضی کے روبرو حلف نہیں لیا تھا"۔

اب اگر مدعی قسم کھا لے تو اسے بھی حق ہے کہ وہ مدعا علیہ سے مال پر حلف لے' اور

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا۔

اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو پھر مدعا علیہ بھی اس کے حق میں قسم نہیں کھائے گا۔ اس لئے کہ مدعی نے اقرار کرلیا کہ مدعا علیہ کے ذمہ اس کا کوئی حق نہیں ہے۔

بری الذمہ ہونے کا دعوی

ایک شخص نے کسی کے خلاف ایک ہزار درہم کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مجھ پر یہی دعوی فلاں شہر کے قاضی کے پاس کیا گیا تھا اور میں اس دعوی سے سبکدوش ہو چکا ہوں۔ یہ مجھے اس دعوی میں بری الذمہ کرچکا ہے' آپ اس (شخص) سے قسم لیں کہ کیا یہ مجھے اس دعوی میں بری الذمہ نہیں کرچکا ہے؟ اس پر مدعی نے اگر قسم کھالی تو مدعا علیہ سے یوں حلف لیا جائے گا: " اس شخص کے میرے ذمہ ایک ہزار درہم نہیں جن کا اس نے دعوی کیا ہے اور نہ ان کا کچھ حصہ" قاضی کو مدعی سے یوں حلف نہیں لینا چاہئے: " میں اس مدعا علیہ کو اس ہزار درہم اور ان کے کچھ حصہ سے بری الذمہ نہیں کرچکا ہوں"۔

مصنف نے اسی طرح بیان کیا ہے اور متن میں اس فرق کی طرف اشارہ کیا ہے جو مدعا علیہ کی طرف سے مدعی کے خلاف کئے جانے والے (جوابی) دعوی برات اور مدعا علیہ کی طرف سے مدعی کے خلاف کئے جانے والے دعوی حلف کے درمیان پایا جاتا ہے' جب کہ مدعا علیہ نے ایک مرتبہ قسم کھالی ہو۔

دعوی ایلاء کا مکرر ذکر

یہاں مصنف نے پھر مسئلہ ایلاء بیان کیا ہے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

مال تلف کرنے کا دعوی

ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعوی کیا کہ اس نے میرا چاندی کا لوٹا توڑ دیا ہے اور اس نے وہ لوٹا قاضی کے ہاں پیش کردیا' یا اس نے یہ کہا کہ اس نے میرے کھانے میں پانی ڈال کر اسے خراب کردیا ہے۔ اس مسئلہ کا جواب ہمارے نزدیک معروف ہے کہ جس شخص کا لوٹا توڑا گیا ہے یا کھانا خراب کیا گیا ہے اسے اختیار حاصل ہے کہ وہ پسند کرے تو لوٹا اور کھانا

اپنے پاس رکھے اور نقصان کرنے والے سے کچھ وصول نہ کرے یا چاہے تو لوٹا اور کھانا نقصان کرنے والے کو دے دے اور اتنے کھانے کی مقدار (اگر میسر ہو) اور اس جیسے لوٹے کی قیمت نقصان کرنے والے سے وصول کرلے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک نقصان کرنے والے نے جس قدر نقصان کیا ہے صرف اسی کا تاوان اسے ادا کرنا پڑے گا اور پوری قیمت کا تاوان اس پر نہیں پڑے گا۔

جب اس مسئلہ کا جواب ہم نے معلوم کرلیا تو اب اگر مدعی جج سے کہے کہ یہ مدعا علیہ اس فقہی مسلک کا پیروکار ہے جس میں نقصان کرنے والے کے ذمہ صرف نقصان کا تاوان پڑتا ہے' اور لوٹے کی پوری قیمت اور اتنی ہی مقدار کا کھانا اس پر لازم نہیں۔ اگر آپ نے اس کو یہ قسم دی کہ "اللہ کی قسم لوٹے کی قیمت اور برابر کا کھانا میرے ذمہ نہیں ہے" تو وہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک کو اپناتے ہوئے اس طرح قسم کھالے گا اور وہ اپنی قسم میں حانث بھی نہیں ہو گا تو اس صورت میں قاضی مدعا علیہ سے سبب پر اس طرح حلف لے: "اللہ کی قسم میں نے اس طرح کی فلاں کارروائی نہیں کی جس طرح مدعی نے اپنے دعوی میں کہا ہے" اس طرح کے حلف لینے میں مدعی کو پیش نظر رکھا جائے گا' خواہ اس میں مدعا علیہ کا نقصان ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

کپڑا چاک کردینے کا دعوی

کسی شخص نے ایک آدمی کے خلاف یہ دعوی کیا کہ اس نے میرا کپڑا پھاڑ دیا ہے اور اس نے کپڑا قاضی کے ہاں پیش کیا اور مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے تو قاضی اس سے سبب پر یوں حلف نہ لے: "اللہ کی قسم میں نے اس کا کپڑا چاک نہیں کیا"۔

کیوں کہ ہو سکتا ہے مدعی کا کپڑا چاک ہوا ہو پھر بھی مدعا علیہ کے ذمہ کچھ نہ ہو' مثال کے طور پر مدعا علیہ اس نقصان کا تاوان ادا کرکے بری الذمہ ہو چکا ہو یا اس نے مدعی کے ساتھ کسی چیز پر مصالحت کرلی ہو یا اسے نقصان کا تاوان ادا کرچکا ہو' اس لئے مدعا علیہ سے سبب پر حلف نہیں لیا جائے گا۔ مگر قاضی اس چاک کو دیکھے اگر وہ ایسا چاک ہو جو نقصان کا موجب بنا اور مدعی

☆العادة محكمة ☆عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا☆

کو جس میں اختیار حاصل نہ ہو۔ مثلاً وہ چاک معمولی نوعیت کا ہو' یا ایسا چاک ہو جس میں مدعی کو اختیار حاصل ہو کہ اگر وہ چاہے تو کپڑا اپنے پاس رکھ لے اور مدعا علیہ اس نقصان کا تاوان ادا کر دے' یا مدعی کپڑا چھوڑ دے اور مدعا علیہ پورے کپڑے کی قیمت کا تاوان ادا کرے جب کہ چاک غیر معمولی ہو۔

اب اگر چاک معمولی نوعیت کا ہو کہ جس میں اتنا نقصان ہوا ہو کہ اس میں مدعی کو اختیار حاصل نہیں' تو اس صورت میں سالم کپڑے اور چاک شدہ کی قیمت لگائی جائے گی اور مدعی کو صرف نقصان کا تاوان ادا کیا جائے گا اس صورت میں مدعا علیہ سے حاصل پر حلف لیا جائیگا' کیونکہ اس قدر معمولی چاک میں بالاتفاق مدعی کو اختیار حاصل نہیں اور مدعا علیہ کسی قسم کی کوئی تاویل بھی نہیں کر سکے گا' لہٰذا مدعا علیہ سے حاصل پر حلف لینے سے مدعی کو کسی قسم کا کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اور سبب پر حلف لینے سے اس کا نقصان ہوگا۔ اس سے حاصل پر یوں حلف لیا جائے گا: "اللہ کی قسم جتنے درہم کا اس مدعی نے دعوی کیا ہے وہ میرے ذمہ نہیں ہیں اور نہ ان کا کوئی حصہ"۔

اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو وہ بری الذمہ ہو گیا' انکار کر دیا تو مدعی کا دعوی اس پر لازم ہو جائے گا۔

یہ صورت اس وقت ہے جب کپڑا موجود ہو' کپڑا موجود نہیں اور مدعی آکر یہ کہتا ہے کہ اس شخص نے میرا کپڑا چاک کر دیا ہے تو قاضی اس سے دریافت کرے: "آپ کے کپڑے کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ پھٹنے کی وجہ سے کپڑے کی قیمت میں کتنی کمی آئی ہے؟ اس کی نشان دہی کریں' تاکہ مدعا علیہ سے حلف لیا جا سکے۔ اس لئے کہ یہ دعوی اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک مدعی اپنے دعوی کی پوری پوری وضاحت نہ کر دے' غائب چیز کی وضاحت اس کی قیمت اور اوصاف بیان کرنے سے ہوتی ہے۔

درج بالا صورت اس وقت ہے جب چاک معمولی نوعیت کا ہو' اگر چاک غیر معمولی نوعیت کا ہو جس میں پورے کپڑے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے تو اس میں مدعا علیہ سے حلف لینے کی کیفیت اسی طرح ہو گی جس طرح لوٹنے اور کھانا خراب کرنے کے سلسلے میں بیان ہو چکی ہے۔

☆ الفقه حقيقته الفتح والشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا۔ ☆

دیوار گرا دینے کا دعویٰ

اسی طرح ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میری دیوار گرا دی، یا میرا سامان خراب کر دیا، یا میری بکری یا گائے ذبح کر دی، یا میرے جانور کو عیب دار بنا دیا، یا اس نے میرے غلام کی آنکھ پھوڑ دی جو کسی اور وجہ سے مر چکا ہے یا میرے مال کا نقصان کر دیا، جب کہ مدعی بہ عدالت میں موجود نہیں، تو قاضی مدعی سے دریافت کرے کہ کتنا نقصان ہوا ہے؟ جب نقصان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو قاضی مدعا علیہ سے حاصل پر حلف لے، اس سے سبب پر حلف نہ لے کیونکہ سبب پر حلف لینے سے اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور حاصل پر حلف لینے سے مدعی کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

دعویٰ قذف (تہمت لگانا)

ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے "اے فاسق" کہا ہے یا یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے "اے زانی" کہا ہے، یا یہ کہا: "اے زندیق" یا " اے کافر" یا "اے منافق" یا "اے فاسق و فاجر" یا اس نے کسی ایسے امر کا دعویٰ کیا جس کی وجہ سے وہ (مدعا علیہ) مستوجب تعزیر ہو جاتا ہے، یا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے زد و کوب کیا، یا مجھے تھپڑ مارا، اس لئے اس نے اس پر تعزیر کا دعویٰ کیا اور وہ مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے تو قاضی مدعا علیہ سے حلف لے۔ اس لئے کہ تعزیر کا تعلق خالصتہ حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد میں حلف لیا جاتا ہے، خواہ ان حقوق کا تعلق کسی سزا سے ہو یا مال سے۔

اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی اور اگر اس نے انکار کر دیا تو وہ مستوجب تعزیر ہوگا، کیونکہ تعزیر شبہات کے باوجود ثابت ہو جاتی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ کے قسم کھانے سے انکار کی صورت میں اسی طرح فیصلہ کرنا جائز ہے جیسے اموال میں کیا جاتا ہے۔

حلف لینے کی صورت میں یہ ہے کہ اس سے حاصل پر یوں حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم اس کا یہ حق میرے ذمہ نہیں ہے جس طرح اس نے اپنے دعویٰ میں بیان کیا ہے" اس سے سبب پر یوں حلف نہ لیا جائے: "اللہ کی قسم میں نے ایسی کوئی کارروائی نہیں کی" کیونکہ ہو سکتا ہے کہ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے۔ ☆

اس نے کوئی کارروائی کی ہو مگر وہ بری الذمہ ہو چکا ہو یا مدعی سے اس نے معاف کرا لیا ہو اور وہ کوئی ایسی چیز ہو جو معافی کے ذریعے ساقط ہو سکتی ہو۔

دیوار پر کڑی رکھنے یا پرنالہ نکالنے کا دعوی

ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعوی کیا کہ اس نے میری دیوار پر شہتیر یا کڑی رکھ دی ہے یا میرے گھر کی چھت پر یا گھر کی طرف پرنالہ نکالا ہے یا اس نے میرے گھر کا دروازہ کھول دیا ہے یا اس نے میری دیوار پر اپنی عمارت تعمیر کی ہے یا اس نے یہ دعوی کیا کہ اس نے مٹی کا ایک ٹیلا اٹھا کر اسے میری زمین میں پھینک دیا ہے' یا اس نے ایک مردہ جانور میری زمین میں پھینک دیا ہے' یا ایسی چیز زمین میں پھینکی ہے جس سے زمین کو نقصان پہنچا ہے اور جس کا زمین سے منتقل کرنا ضروری ہے۔ اس پر وہ مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے تو اس سے سبب پر یوں حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم میں نے اس طرح کی کوئی کارروائی نہیں کی ہے" اس سے حاصل پر حلف نہ لیا جائے۔

اس لئے کہ سبب پر حلف لینے سے اس (مدعا علیہ) کو نقصان نہیں پہنچتا اور مدعی کا حق بھی باقی رہتا ہے' کیونکہ مدعی کے لئے یہ حق ثابت ہو جانے کے بعد یعنی ان اشیاء کا زمین سے ہٹایا جانا اس کا حق بنتا ہے تو کسی سبب سے بھی اس کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ بالفرض مدعی نے پہلے اسے دیوار پر کڑی رکھنے یا مردار جانور اس کی زمین میں ڈالنے کی اجازت دی تو ایسا کرنا اس کی طرف سے عاریہ ہو سکتا ہے۔ جب اس کا نقصان واضح ہو تو وہ یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ اس کی زمین سے یہ چیزیں ہٹا دی جائیں' بالفرض اگر مدعا علیہ یہ چیزیں مدعی سے خرید کرے تو یہ ناجائز ہے' اس لئے کہ یہ حق کی بیع ہے اور حق کی بیع ناجائز ہے۔ مدعا علیہ اس سے کسی چیز پر صلح کرنا چاہے تو یہ ناجائز ہے' اگر وہ مدعا علیہ کو وہ زمین کرایہ پر دینا چاہے تو یہ بھی اس کے لئے ناجائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مدعی کے لئے یہ حق ثابت ہے تو اس کے اس حق کے سقوط کا تصور نہیں ہو سکتا اس لئے مدعا علیہ کو سبب پر حلف دینے میں اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے اس سے سبب پر حلف لیا جائے۔ اب اگر مدعا علیہ قسم کھالے تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو قاضی اسے یہ حکم دے کہ وہ کڑی اٹھا لے اور زمین سے

مردار جانور وغیرہ ہٹا لے۔

اگر کڑی یا شہتیر کا مالک خود مدعی ہو اور اس نے دیوار کے مالک کو قاضی کے سامنے پیش کرکے یہ کہا کہ اس کی دیوار پر میری کڑی تھی جس کو اس نے گرا دیا ہے اب میں نے اس کو اٹھا لیا ہے تاکہ اس کی جگہ دوسری کڑی رکھ دی جائے اور دیوار کا یہ مالک مجھے دیوار پر کڑی رکھنے سے روکتا ہے' تو قاضی مدعی کو یہ حکم دے کہ وہ پہلے اپنے دعوی کی صحت ثابت کرے' اس کا دعوی ہی صحیح نہیں تو وہ جواب دعوی کا مستحق نہیں ہوگا۔

دعوی اس طرح صحیح ہوگا کہ مدعی یہ بیان کرے کہ اسے دیوار پر ایک یا دو کڑیوں کے رکھنے کا حق حاصل ہے اور یہ کہ وہ کڑی کس قدر موٹی اور باریک ہے اس لئے کہ اس معاملے میں کڑی کے موٹا یا باریک ہونے سے فرق پڑتا ہے نیز دیوار پر کڑی کس جگہ رکھی گئی تھی۔

مدعی کا دعوی صحیح ہو جائے تو قاضی اس بارے میں مدعا علیہ سے دریافت کرے' مدعا علیہ نے اس کا اقرار کر لیا تو جھگڑا ہی ختم ہوا' اگر انکار کر دیا اور مدعی اس سے حلف لینا چاہتا ہے تو قاضی اس سے سبب پر یوں حلف نہ لے: "اللہ کی قسم میری دیوار پر کڑی نہیں تھی" یا "اللہ کی قسم کڑی گری نہیں" یا "اللہ کی قسم میں نے کڑی کو نہیں گرایا" اس لئے کہ ہو سکتا ہے مدعا علیہ نے کڑی کو اس لئے گرایا ہو کہ مدعی کو اس دیوار پر کڑی رکھنے کا کوئی حق نہ تھا' اس لئے مدعا علیہ سے سبب پر حلف نہ لیا جائے بلکہ اس سے حاصل پر یوں حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم اس شخص کے لئے اس دیوار کی فلاں جگہ پر فلاں کڑی رکھنے کا کوئی حق نہیں"۔

مدعا علیہ نے اگر قسم کھالی تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا' اگر انکار کر دیا تو قاضی مدعی کے حق کو اس پر لازم کر دے۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے یہ دعوی کیا کہ اس نے میرے گھر کی طرف پانی کی گزرگاہ بنا دی ہے تو قاضی پہلے مدعی کو اپنا دعوی کی صحت ثابت کرنے لئے کہے۔ دعوی میں تصحیح یوں ہوگی کہ وہ بیان کرے کہ اس نے بارش کے پانی کی گزرگاہ بنائی ہے یا وضو کے پانی کی' کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے' بارش کا پانی اگرچہ کثرت میں ہوتا ہے لیکن ہمیشہ تو نہیں ہوتا اور وضو اور

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی۔ ☆

دھوون کا پانی اگرچہ دائمی ہوتا ہے لیکن قلیل مقدار میں ہوتا ہے اس لئے وضاحت ضروری ہے۔

دعوی حصول حقوق منفعت

ایک شخص نے کسی کے گھر کے قریب راستے کا دعوی کیا ہو تو سب سے پہلے قاضی مدعی کو یہ ہدایت کرے کہ وہ اپنے دعوی کو صحیح طور پر پیش کرے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ دعوی یوں صحیح ہو گا کہ وہ راستے کا طول و عرض اور اس کا گھر سے فاصلہ بیان کرے۔ اس کے بعد مدعا علیہ سے حاصل پر یوں حلف لیا جائے: "خدا کی قسم میرے اس گھر پر اس کا کوئی حق نہیں بنتا جس طرح اس نے اپنے دعوی میں بیان کیا ہے"۔ مدعا علیہ قسم کھالے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اور انکار کر دے تو قاضی مدعی کا حق اس پر لازم کر دے۔

مصنف نے کتاب الدعوی میں اس طرح کے ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ مدعی کسی کے گھر کے قریب پانی کی گزر گاہ یا راستے کا دعوی کرے اور گواہوں نے یہ گواہی پر دی کہ اس مدعی کے لئے اس گھر کے قریب پانی کی گزر گاہ اور راستے کا حق ہے تو اس کا یہ ثبوت قبول کیا جائے گا خواہ گواہ وضاحت نہ کریں۔ اس کتاب کے بعض نسخوں میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے مگر بعض نسخوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا یہ ثبوت نہیں قبول کیا جائے گا جب تک گواہ وضاحت نہ کریں ۔ شمس الائمہ امام حلوانی فرماتے ہیں کہ جن نسخوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعی کا ثبوت قبول کیا جائے گا اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب گواہ یہ گواہی دیں کہ گھر کے مالک نے یہ اقرار کیا کہ مدعی کے لئے اس گھر کے قریب پانی کی گزر گاہ اور راستے کا حق ہے' کیونکہ مقر بہ سے ناواقفیت اقرار کی صحت میں مانع نہیں۔ جن نسخوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعی کا ثبوت قبول نہیں کیا جائے گا تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب گواہ مدعی کے اقرار کی گواہی نہ دیں' کیونکہ مشہود بہ سے عدم واقفیت شہادت کی صحت سے مانع ہے۔

اگر ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعوی کیا کہ اس نے میری زمین میں نہر کھو دی ہے جس میں پانی چلتا ہے تو قاضی کو چاہئے کہ وہ مدعی سے اس زمین کے بارے میں دریافت کرے جس میں نہر کھو دی گئی ہے تاکہ وہ زمین معلوم و متعین ہو سکے اور اس طرح دعوی صحیح

ہو جائے' یعنی سب سے پہلے وہ اس زمین کے حدود اربعہ اور اس زمین میں اس نہر کا موقع و محل بیان کرے اور یہ کہ وہ دائیں جانب ہے یا بائیں جانب اور نہر کا طول و عرض کتنا ہے' جب یہ معلومات حاصل ہو جائیں تو تب دعوی صحیح ہو گا۔

بعد ازاں قاضی اس بارے میں مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر وہ مدعی کے اس دعوی کا انکار کر دے اور مدعی اس سے حلف لینا چاہے تو قاضی مدعا علیہ سے یوں حلف لے: اللہ کی قسم میں نے اس شخص کی زمین میں نہر نہیں کھودی جس طرح اس نے بیان کیا ہے"۔

قاضی مدعا علیہ سے حاصل پر حلف نہ لے اس لئے کہ اس سے سبب پر حلف لینے سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ مدعی کا دعوی ثابت ہو جانے کے بعد مالک زمین کا یہ حق ساقط نہیں ہوتا کہ وہ نہر کھودنے والے سے یہ مطالبہ کرے کہ ابتداء جس سبب کی وجہ سے (نہر کھودنے کی) اجازت دی گئی تھی وہ کیا ہے؟ مثلا وہ سبب بیع یا اجارہ یا اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہے۔ اس لئے اس سے سبب پر حلف لیا جائے' نالی وغیرہ کے دعوی میں بھی یہی حکم ہے۔

زمین کو نقصان پہنچانے کا دعوی

ایک شخص نے کسی کے خلاف یہ دعوی کیا کہ اس نے میری زمین میں ایک گڑھا کھودا ہے جس سے اس نے میری زمین کو نقصان پہنچایا ہے اور وہ اس پر مدعا علیہ سے حلف لینا چاہتا ہے کیونکہ اس کا نقصان اس کے ذمہ ہے' تو قاضی اس سے حاصل پر یوں حلف لے: " اللہ کی قسم اس نے جو فلاں دعوی کیا ہے وہ میرے ذمہ نہیں ہے" قاضی اس سے سبب پر حلف نہ لے' بخلاف اس صورت کے جو اوپر گزر چکی ہے۔

اس نلئے کہ اس سبب پر حلف لینے سے مدعا علیہ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کی زمین میں گڑھا کھودا ہو اور اس کی زمین کو نقصان پہنچایا ہو لیکن وہ اس سے بری الذمہ ہو چکا ہو یا اس نے نقصان کی تلافی کر دی ہو۔ اب اگر مدعا علیہ سے سبب پر حلف لیا جائے تو اس طرح اس کو نقصان پہنچے گا' جس طرح کپڑے کے معمولی چاک وغیرہ کے دعوی میں بیان ہو چکا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی کی زمین میں گڑھا کھودا تو گڑھا کھودنے والے پر نقصان کا تاوان عائد نہیں ہوگا' بلکہ اسے کہا جائے گا کہ وہ یہ گڑھا بھر دے۔ اس سے جب نقصان پر حلف لیا جائے تو ہو سکتا ہے وہ اپنے بیان میں تاویل کر کے قسم کھالے' مگر مصنف نے اس قول کو احتیاط کے پیش نظر اختیار نہیں کیا کیونکہ یہ قول معتبر نہیں۔

مصنف کا یہ کہنا کہ "اس نے میری زمین کو نقصان پہنچایا ہے" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر نقصان مدعی کی زمین میں پوری طرح جاگزین نہیں ہوا تو مدعا علیہ پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

ایک شخص نے کسی کی زمین سے مٹی اٹھالی تو کیا اس مٹی کی قیمت اس پر لازم ہوگی؟ اس بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر وہ مٹی ایسی جگہ کی ہے جس کی کوئی قیمت ہے تو مدعا علیہ کو مٹی کی قیمت کا تاوان ادا کرنا پڑے گا' خواہ زمین کو نقصان پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ اس لئے کہ جس طرح زمین مدعی کی ملکیت ہے اس طرح مٹی بھی اس کی ملکیت ہے۔

شمس الائمہ امام سرخسی کے بقول ایک روایت اس بارے میں محفوظ ہے کہ اگر ایک شخص کی زمین میں پانی داخل ہو جائے اور اس کے ساتھ وہاں مٹی جمع ہو جائے تو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس مٹی کو اس زمین سے اٹھائے۔ البتہ اگر شکار کسی کی مملوکہ زمین میں چلا جائے تو ہر شخص اس شکار کو پکڑ سکتا ہے۔ اسی طرح مچھلی پانی کے ساتھ کسی کی زمین میں داخل ہو جائے تو ہر شخص اس مچھلی کو پکڑ سکتا ہے۔ اسی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مٹی بھی اس (مدعی) کی ملکیت ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اس کو وہاں سے اٹھالے اور وہ جگہ قیمت والی ہے تو مدعا علیہ کو تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ اگر مٹی ایسی جگہ کی ہو کہ جہاں اس (مٹی) کی کوئی قیمت نہیں تو اس بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر اس قسم کی کارروائی سے زمین کو نقصان پہنچا ہے تو مدعا علیہ پر نقصان کا تاوان ضروری ہوگا ورنہ نہیں۔

دعوی رہن

ایک شخص نے کسی کے خلاف سو دینار کا دعوی کیا جب کہ ان دیناروں کے بدلے

مدعا علیہ کی کوئی چیز مدعی کے پاس بطور رہن ہے اور مدعا علیہ کو یہ خدشہ دامن گیر ہے کہ اگر میں ان دیناروں کا اقرار کر لیتا ہوں اور مدعی سے اس رہن کا تقاضا کرتا ہوں تو وہ اس رہن کا انکار کر دے گا، تو اس میں تدبیر یہ ہے کہ قاضی مدعی سے دریافت کرے: "کیا آپ کے پاس اس رقم کے بدلے کوئی چیز بطور رہن ہے یا نہیں "؟ اگر وہ اس کا اقرار کر لے اور یہ کہے کہ ایسا ہے تو خدشہ زائل ہو جائے گا۔

اگر انکار کر دے اور مدعا علیہ سے حلف لینا چاہے تو مدعا علیہ سے یوں حلف نہ لیا جائے: "اللہ کی قسم اس کا سو دینار میرے ذمہ نہیں ہے" اس لئے کہ اس سے مدعا علیہ کا نقصان ہو گا، کیونکہ رقم اس کے ذمہ ہے اس لئے اس طرح کی قسم کھانا اس کے لئے ممکن نہیں ہو گا، بلکہ مدعا علیہ سے اس طرح حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم اس کا سو دینار میرے ذمہ نہیں ہے اور نہ ہی ان سو دینار کے بدلے میری کوئی چیز بطور رہن اس کے پاس ہے"۔ اس طرح مدعا علیہ کا کوئی نقصان نہیں ہو گا اور وہ قسم بھی کھالے گا۔

ہمارے مشائخ میں سے بعض متاخرین فرماتے ہیں کہ مدعا علیہ کے لئے ایک دوسری تدبیر بھی ہے وہ یوں کہ وہ اس طرح قسم کھائے: "اللہ کی قسم میرے ذمہ اس مدعی کو یہ رقم ادا کرنا اور سپردگی واجب نہیں ہے"۔ اس لئے کہ مدعی کو رقم کی ادائیگی اور سپردگی اس وقت تک لازم نہیں جب تک کہ قرض خواہ رھن واپس نہ کرے، اس طرح مدعا علیہ اپنی قسم میں سچا ہو گا۔

بعض حضرات کہتے ہیں مدعا علیہ کو اس قسم کی تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، اسے یوں قسم کھانی چاہئے: "اللہ کی قسم اس شخص کا سو دینار میرے ذمہ نہیں اور نہ اس کا کوئی حصہ" اس لئے کہ مدعی کا رہن سے انکار کرنا رہن کو تلف کرنے کے مترادف ہے اور رہن کا تلف کرنا رقم وصول کرنے کے مترادف ہے اس لئے مدعا علیہ کے ذمہ کوئی حق باقی نہیں رہتا، اگر مدعا علیہ اس طرح قسم کھاتا ہے تو وہ اپنی قسم میں سچا ہو گا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ صحیح البخاری (الرھن) ۲: ۵۲، صحیح مسلم ۳: ۱۳۳۶(۱۷۱۱)، صحیح مسلم بشرح النووی : ج ۱۲ ص ۳، سنن ابی داود ۳: ۳۱۱(۳۶۱۹)، سنن النسائی ۸: ۲۴۸، سنن ابن ماجۃ ۲: ۷۷۸(۲۳۲۱)، جامع الاصول ۱۰: ۵۵۵(۷۶۵۸)، مسند امام احمد ۱: ۲۵۳، ۲۸۸، ۳۴۳، ۳۵۱، ۳۵۶، ۳۶۳، ۲: ۷۰،

۲۔ السنن الکبری ۱۰: ۲۵۲، نصب الرایۃ ۴: ۹۵۔۹۶، الدرایۃ ۲: ۱۷۵(۸۴۰)، تلخیص الحبیر ۴: ۲۰۸(۲۱۳۵)، تخریج احادیث اصول البزدوی لابن قطلوبغا :ص ۱۷۵۔۱۷۶، سنن الترمذی ۲: ۳۹۹(۱۳۵۶)، تحفۃ الاحوذی: ۱۳۵۶، جامع الاصول ۱۰: ۵۵۴(۷۶۵۷)، الجامع الصغیر ۱: ۱۲۸، التیسیر ۱: ۴۴۴، مشکاۃ المصابیح ۲: ۳۴۳(۳۷۶۹)، سنن الدار قطنی ۳: ۱۱۱، ۴: ۲۱۷۔۲۱۸،

۳۔ صحیح البخاری (المساقاۃ) ۳: ۳۴، (الخصومات) ۲: ۴۰۔۴۱، (الشھادات) ۲: ۱۷، ۴۷، (الایمان) ۴: ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، صحیح مسلم (کتاب الایمان) ۱: ۱۲۲(۱۳۸)، صحیح مسلم بشرح النووی: ۲: ۱۵۸۔۱۵۹، سنن الترمذی (البیوع) ۲: ۳۷۰(۱۲۸۷)، (تفسیر سورۃ آل عمران) ۴: ۲۹۲(۴۰۸۲)، تحفۃ الاحوذی: ۱۲۸۷، سنن ابن ماجۃ ۲: ۷۷۸(۲۳۲۳)، سنن ابی داود (الایمان) ۳: ۲۲۰(۳۲۴۳)، مسند امام احمد ۱: ۳۷۷، ۳۷۹، ۴۲۶، ۴۴۲، ۴۶۰، ۴: ۱۹۲، ۵: ۲۵، ۷۹، ۲۱۱، جامع الاصول (باب الیمین) ۱۱: ۲۹۵۔۲۹۷ (۹۲۴۸۔۹۲۵۱)، مشکاۃ المصابیح ۲: ۳۳۱ (۳۷۵۹)، السنن الکبری ۱۰: ۱۷۸، مجمع الزوائد ۴: ۱۷۸۔۱۸۱، المطالب العالیۃ ۲: ۸۹۔۹۰، موارد الظمان الی زوائد ابن حبان : ۲۸۸(۱۱۸۸)، المستدرک ۴: ۲۹۴، المعجم الصغیر ۱: ۱۲۲، ۲۲۵۔

۴۔ صحیح البخاری ۳: ۴۷، سنن الترمذی ۴: ۲۹۲ (۴۰۸۲)، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ۲: ۴۴۔۴۶، اسباب النزول للواحدی :ط ۱ ص ۹۲ ۔ ۹۳، تفسیر القرطبی ۴: ۱۱۹۔۱۲۰، تفسیر ابن کثیر ۱:

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی

بطونھم نارا وسیصلون سعیرا......

○○○

یاایھا الذین آمنوا

اِن کثیرامن الاحبار والرھبان لیاکلون من اموال

الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ....